اطاعت کرے گا۔ بدکاروں کی آوازیں مسجدوں میں بلند ہونے لگیں گی۔ گانے والی عورتیں داشتہ رکھی جائیں گی اور آلاتِ موسیقی عام ہو جائیں گے۔ شرابیں عام پی جائیں گی۔ ظلم کو فخر و شغل سمجھا جائے گا۔ انصاف بکنے لگے گا۔ پولیس کی کثرت ہو جائے گی۔ قرآن کو نغمہ سرائی کا ذریعہ بنالیا جائے گا۔ درندوں کی کھال کے موزے بنائے جائیں گے اور اُمت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعن طعن کرنے لگیں گے اس وقت سرخ آندھی زمین میں دھنس جانے شکلیں بگڑ جانے اور آسمان سے پتھر برسنے جیسے عذابوں کا انتظار کیا جائے۔ (دُرِ منثور صفحہ ۵۲)

حاصلِ مطالعہ

بجناب محمد حسن چغتائی (مدینہ منورہ)

"دُنیا میں سب سے زیادہ جھُوٹا شخص"

حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ قیام بہاولپور مورخہ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ کو اپنے عوامی درس مسجد فاروقیہ بہاولپور میں ارشاد فرمایا:

ایک شخص نے قسم کھائی کہ "آج اگر میں دنیا کے سب سے زیادہ جھُوٹے شخص سے بات نہ کرلوں، میری بیوی مجھ پر حرام ہوگی۔ اور اُس کو تین طلاق ہو جائیں گی۔"

دن چھپنے کو آیا اُسے قسم پُوری کرنے کا فکر ہوا۔ اُسے اپنا مسئلہ حل ہوتا نظر نہ آیا تو وہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کسی نصاریٰ یا رافضی سے بات کرلو کہ دونوں مکذبین الصادقین ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن جب وہ کہتے ہیں کہ میں خدا کا بندہ ہوں تو اُسے سچا ماننے کے باوجود جھُوٹا کہتے ہیں۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ عمر بھر منبر پر حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان کرتے رہے۔ رافضی اُنہیں سچا امام اور خلیفہ مانتے ہیں لیکن جب صاحبین کی فضیلت اُنکی زبانی سُنتے ہیں، تو اُنہیں جھُوٹا بتاتے ہیں۔ اور ان حضرات کی فضیلت پر یقین کرنے کی بجائے انہیں غاصب اور کافر کہتے ہیں۔

اس لئے ان دو سے بڑھ کر دنیا میں کوئی جھُوٹا نہیں ہوسکتا۔

پروفیسر عابد صدیق ۔ بہاول پور

حضرت اکبر الٰہ آبادی (مرحوم)

اکبر الٰہ آبادی اردو شاعری میں قومی اور عمومی سطح کے طنز کے بانی ہیں۔ اکبر سے پہلے اردو شاعری میں جو طنز نظر آتا ہے، اس کی نوعیت زیادہ تر ذاتی اور شخصی ہے جس کا موضوع و مقصود اکثر ہجو ہوتا تھا۔ اکبر نے سب سے پہلے اس نہایت مؤثر ادبی ہتھیار کو قومی ضروریات کے لئے اور اسلامی روایات کے تحفظ کے لئے استعمال کیا۔

اکبر ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سید تفضل حسین سے پڑھیں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے وقت اکبر کی عمر گیارہ سال تھی۔ معاشی اعتبار سے اکبر کا خاندان پہلے بھی کچھ زیادہ آسودہ حال نہ تھا۔ لیکن جنگِ آزادی کے بعد تو حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد انتہائی منظم طریقے سے مسلمانوں پر آبرومندانہ معاش کے سب دروازے بند کر دیئے گئے۔ یہی زمانہ اکبر کی عین جوانی کا زمانہ تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں شادی ہو گئی تو معاشی دباؤ اور بڑھا۔ لیکن وہ ایک نہایت باہمت، محنتی اور ذہین آدمی تھے۔ اپنے جوہرِ ذاتی اور سخت محنت کے سبب اپنے لئے راہیں نکالتے رہے۔ ایک ٹھیکیدار کے ہاں منشی کے طور پر ملازمت سے آغاز کیا۔ پھر انگریزی پڑھی، وکالت درجہ سوم کا امتحان پاس کر کے وکالت شروع کی ۱۸۶۹ء میں نائب تحصیلدار ہو گئے۔ پھر محکمہ آبکاری میں انسپکٹر رہے۔ ۱۸۷۳ء میں ہائی کورٹ کی وکالت کا امتحان پاس کیا۔ اور اپنی قانونی نکتہ رسی اور ذہانت کے سبب نہایت قابل وکیل شمار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ حکومت نے منصف بنا کر بارسس بھیج دیا۔ پھر سب جج بنے۔ پھر جج بنے۔ بالآخر ۱۹۰۵ء میں سیشن جج کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں خان بہادر کا خطاب ملا۔ ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔

شاعری اکبر کا پیشہ نہ تھی۔ اکبر نے اپنی اس فطری صلاحیت کو قوم کی اصلاح کے لئے وقف کر دیا۔ اس زمانے میں مزاحیہ اور ظریفانہ انداز کی نثر کو اودھ پنچ وغیرہ کی اشاعت کے سبب قبولیتِ عام حاصل تھی۔ اکبر نے اس مقبولیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، شاعری میں طنز اور مزاح سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ اور مسلمانوں کی سماجی بدآہنگی اور عقائد و اعمال کے عدم توازن کو موضوعِ سخن بنایا۔ مغربی تہذیب کی کورانہ تقلید جس سے مسلمانوں کا قومی اور ملی تشخص مجروح ہوتا تھا، اکبر کے طنز کا سب سے بڑا ہدف بنی۔ اکبر کو سب سے زیادہ تکلیف اس بات سے ہوتی تھی

کہ مغرب زدہ نوجوان اسلامی اعمال و اخلاق سے شرمانے لگے تھے۔ اور اُن کا رویّہ اسلام کے بارے میں معذرت خواہانہ ہوتا جارہا تھا۔ اکبر سمجھتے تھے کہ بقول مولانا شبلی ؎

ان حقائق کی بنا پر سبب پستیٔ قوم
ترکِ پابندیٔ اسلام ہے اسلام نہیں!

چنانچہ وہ اسلام سے دُوری کو مسلمانوں کی ذلت کا سب سے بڑا سبب سمجھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہی واقعی سبب تھا انہوں نے ہر شعبہ زندگی میں مسلمانوں کی حالت کا بغور مشاہدہ کیا اور پھر اپنے تجزیئے اور غور و فکر کے نتائج کو ظریفانہ انداز میں اپنی شاعری میں پیش کیا۔ مثلاً نظامِ تعلیم پر تنقید کرتے ہوئے اس حقیقت کو کہ یورپین اقوام جو کام میدانِ جنگ سے لیتی ہیں وہی کام اسکولوں اور کالجوں سے لیتی ہیں۔ جنگ میں ملک فتح کرتی ہیں۔ اور پھر مفتوحہ ممالک کے باشندوں کی رُوح کی تسخیر کے لئے اسکولوں اور کالجوں کے ذریعے انہیں غلامی کے سانچے میں ڈھالتی ہیں۔ اکبر نے یوں کہا :

توپ کھسکی پروفیسر پہنچے ! ٭ جب بسولا ہٹا تو رندا ہے

اور پھر ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا ٭ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

بعض لیڈروں کا قومی وجود کے بقاء کا خواب اور ساتھ ساتھ انگریز سے غیر مشروط وفاداریاں۔ اکبر کا موضوعِ سخن یوں بنیں ؎

یہ بات غلط کہ ملکِ اسلام ہے ہند ٭ یہ جھوٹ کہ ملکِ لچھمن و رام ہے ہند
ہم سب ہیں مطیع و خیر خواہ انگلش ٭ یورپ کے لئے بس ایک گودام ہے ہند

اقبال نے بعد میں یہ کہہ کر جس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد۔ وہی حقیقت اکبر نے بہت پہلے محسوس کر لی لہٰذا وہ ادبی سطح پر اصلاح کی کوششوں اور تحریکوں کا مآل سمجھتے تھے۔ چنانچہ کہا ؎

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا ہو عجم کے ساتھ
کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

ایک وقت میں گاندھی نے ہندو مسلم اتحاد کی رٹ لگائی۔ لیکن ہندو اصل میں اس بات سے کھٹکتا تھا۔